تبصراتی مقالہ

مقالۂ خصوصی: عورت، مغرب اور اسلام مقالہ نگار: ثروت جمال اصمعی
ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، گلی نمبر ۸، ایف سکس تھری۔ اسلام آباد
صفحات: ۱۴۹ ۔ قیمت: ۱۵۰ روپے مبصر: پروفیسر محمد اسحاق منصوری

ABSTRACT:

This is the review of the research paper "WOMEN, WEST AND ISLAM" (AURAT MAGHRIB aur ISLAM in URDU) by Mr. Sarwat Jamal Asmaii. It is published in research journal "WEST AND ISLAM" (URDU) Vol.15, issue; 1 2012. IPS, Islamabad.

Speed of spread of Islam in West is very surprising. Conversion of western women is more than men. Anti - Islam propaganda has emerged in gigantic proportions after 9/11. It is quite surprising why western women are reverting to Islam when Islam phobia is so rife in their part of the world. What are the merits of Islam that are attracting them? What are the problems they are facing in the Western culture? What is the real status of women in Islam? And are the rules and regulations in the Muslim countries regarding women are Islamic injunctions or traditions that have been attired in religion?

''عورت مغرب اور اسلام'' جناب ثروت جمال اصمعی صاحب کا مقالۂ خصوصی جناب پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد صاحب کی ادارت میں شائع ہونے والے علمی و تحقیقی مجلّہ ''مغرب اور اسلام'' کی ۳۸ ویں اشاعت، جلد: ۱۵ شمارہ: ۱، ۲۰۱۲ء میں چھپا ہے۔ ڈاکٹر انیس خود مغرب اور اسلام کے حوالے سے کئی مقالات لکھ چکے ہیں۔ وہ اس موضوع سے خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں۔

☆...... کیا عورتوں کا کام بس بچے پالنا اور چولہا جھونکنا ہے؟

☆...... ہم اپنی نصف آبادی کو گھروں میں بند رکھ کر کیسے ترقی کر سکتے ہیں؟

☆...... مغرب کی ترقی کا راز معاشی جدوجہد میں عورت کی شرکت میں مضمر ہے۔

☆...... جب تک عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ زندگی کے ہر میدان میں کام نہ کریں ترقی ممکن نہیں۔

یہ فقرے ہم اکثر سنتے رہتے ہیں، کیا واقعی ایسا ہے؟

عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ مغرب نے عورت کو گھر سے نکال کر اور معاشی جدوجہد میں ایک اہم مقام دے کر اس کی عزت افزائی کی ہے اور اِسے مردوں کے مساوی مقام عطا کر دیا ہے۔ کیا یہ رویہ مغربی عورت کے خیال میں اس کے مقام و مرتبہ کا بحیثیت عورت اعتراف و احترام ہے یا انکار؟ اس سے جڑا ہوا سوال یہ ہے کہ مغرب کی عورت اگر معاشرے میں اس

* مدیر، معارف مجلۂ تحقیق، کراچی برقی پتا: profdrishaq@gmail.com
تاریخِ موصولہ: ۱۸/اگست ۲۰۱۲ء

مقام و مرتبے سے مطمئن ہے جو مغربی تہذیب نے اسے دیا ہے تو مغربی عورتوں میں اسلام کی روز افزوں مقبولیت کی کیا وجہ ہے؟ جبکہ اسلام مردوں اور عورتوں کے لیے واضح طور پر الگ الگ دائرہ کار متعین کرتا ہے؟

اس مختصر مطالعہ میں حقائق اور واقعات کی بنیاد پر ان ہی سوالوں کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ ''تعارف'' اس کتاب کی ابتدا میں درج ہے۔ (ص ۳) ہم نے اس تعارف کی روشنی میں کتاب کا مطالعہ کیا ہے کہ ان حقائق اور واقعات سے جو نتیجہ مقالہ نگار نے اخذ کیا ہے وہ کس حد تک مبنی بر حقیقت ہے؟؟

جناب ثروت جمال اصمعی پاکستان کے منجھے ہوئے صحافی ہیں، ۱۹۷۰ء میں اپنی صحافتی زندگی کا آغاز کیا، فروری ۲۰۰۰ء سے روزنامہ جنگ سے وابستہ ہیں، عالم اسلام ان کا خصوصی موضوع ہے اس حوالے سے ان کے کالم ''جنگ'' کے ادارتی صفحے پر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۹ء تک روزنامہ جسارت اور ہفت روزہ تکبیر میں مختلف ادارتی ذمہ داریاں نبھاتے رہے ہیں۔

''مغرب اور اسلام'' کا یہ خصوصی شمارہ علمی مکالمے کے اس خاص موضوع کا احاطہ کرتا ہے جو اس وقت مغربی دنیا اور مسلم دنیا میں یکساں دلچسپی اور اہمیت رکھتا ہے، یعنی مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب میں عورت کی حیثیت اور مغربی عورت کی اسلام کی طرف رغبت کے مظاہر کا جائزہ، اس موضوع پر جناب ثروت جمال اصمعی کا حاصلِ تحقیق یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ (ص ۱۰)

یہ شمارہ ڈاکٹر پروفیسر انیس احمد کے ابتدائیہ ''حقوق نسواں چند زمینی حقائق'' اور کتابیات کے علاوہ چھ ابواب پر مشتمل ہے:

باب اول:　بنیادی سوالات، مغربی خواتین میں اسلام کی مقبولیت چند قابل غور پہلو۔

باب دوم:　''اسلاموفوبیا'' مغرب میں اسلام کے خلاف نفرت انگیزی کی مہم۔

باب سوم:　خاتون مغرب، مغربی تہذیب کے بنیادی مراکز کا خصوصی مطالعہ۔

باب چہارم:　اسلام بہتر انتخاب کیوں؟ مغربی ماہرین اور نومسلم خواتین کا اظہار خیال۔

باب پنجم:　تحریک نسواں اور اسلام، مغربی خواتین کے قبول اسلام کے اصل اسباب۔

باب ششم:　خواتین اور مسلم معاشرہ، دورِ جدید میں مسلمان خواتین اپنا سماجی کردار کیسے ادا کریں؟

یہ فہرست مضامین بڑی متنوع اور دلچسپ ہے، لیکن کیا اس وقت جو زیر بحث مسئلہ ہے اس سلسلے میں مطلوبہ حقائق کا کس حد تک احاطہ کر رہی ہے، اس کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر باب اول میں بنیادی سوالات کے تحت مغربی خواتین میں اسلام کی مقبولیت چند قابل غور پہلو میں جن حقائق و واقعات کی بنیاد پر نتائج اخذ کیے گئے ہیں اُن پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

طالبان کی قید میں رہ کر اسلام سے متاثر ہونے والی برطانوی صحافی Yvonne Ridley اور سابق برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر کی خواہر نسبتی Lauren Booth جیسی نمایاں شخصیات سمیت ہزاروں مغربی خواتین دس سال کے اس عرصہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئی ہیں۔

ہم ۱۹۶۰ء سے یورپ اور امریکا میں تیزی سے اسلام کے پھیلنے کی خوشخبریاں اپنے مقررین اور مصنفین سے سنتے رہے ہیں۔ اس اعتبار سے تو اب تک یورپ اور امریکا کی غالب اکثریت کو دائرہ اسلام میں ہونا چاہیے لیکن حقیقت یہ نہیں

ہے۔آج ضرورت اس بات کی ہے کہ خوش فہمی پر تحقیق کی بنیاد رکھنے کے بجائے اب ٹھوس حقائق تک پہنچا جائے۔یورپ اور امریکا میں گزشتہ دس سالوں میں اسلام قبول کرنے والی مغربی خواتین کا اگر کوئی سروے ہوا ہے تو اس کا جائزہ لیا جائے، اگر وہ سروے صحیح ہے تو اس کی بنیاد پر کوئی تحقیقی کام آگے بڑھایا جائے۔کسی بھی ملک کی شرح پیدائش کیا ہے۔امریکا یا برطانیہ، وہاں مسلمان ہونے والوں کی شرح کیا ہے، عورتوں کا تناسب کیا ہے، بدھ مت ہندومت اور لادینیت کو اختیار کرنے والوں کی شرح کیا ہے۔اسلام سے دور ہونے والے اور اسلام کو چھوڑنے والے مسلمانوں کی شرح کیا ہے؟ ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر یہ تجزیہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام برطانیہ یا امریکا میں کس رفتار سے پھیل رہا ہے یا سمٹ رہا ہے اور اس میں مغربی خواتین کے قبولِ اسلام کی سالانہ شرح کیا ہے۔

انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد، آج کی دنیا میں پاکستان میں مطالعہ اسلام کا ایک معتبر اور مؤقر ادارہ ہے جو تحقیق کے لیے آزادانہ اظہارِ خیال کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو امت مسلمہ کے موجودہ دور کے مسائل پر اہم خدمات دے رہا ہے۔یہ ایک آزاد، غیر سیاسی، علمی و تحقیقی ادارہ ہے جو ملک اور بین الاقوامی اور اسلامی دنیا سے متعلق پالیسیوں پر تحقیق اور مکالمے کا اہتمام کرتا ہے، انسٹی ٹیوٹ کے دائرہ کار میں ٹیکنالوجی اور حکمت عملی سمیت اقتصادی، معاشرتی، تعلیمی اور اسلامی امور سے متعلق ملکی اور بین الاقوامی پالیسیاں زیر بحث آتی ہیں۔ادارے کا مقصد متعلقہ امور پر غیر حکومتی سطح پر مکمل آزادی کے ساتھ تحقیق اور بحث و مباحثہ کرنا اور مطالعہ اور غیر جانبدارانہ تجزیہ کی روشنی میں متبادل لائحہ عمل پیش کرنا ہے تاکہ پالیسی ساز ادارے اس کی روشنی میں بہتر فیصلے کرسکیں''۔

اس کتاب میں کس حد تک غیر جانبداری اور معروضیت کو اختیار کیا گیا ہے؟ اس کا جائزہ ڈاکٹر انیس صاحب کے ابتدائیہ کی روشنی میں لیا جائے کہ جس طرح اکثر مغربی تحریرات جانبداری کی نذر ہو جاتی ہیں اسی طرح ہماری تحریرات پر بھی شعوری یا لاشعوری طور پر محدودیت غالب آجاتی ہے۔(ص ۷)

تقابلی مطالعوں میں عموماً ایک محقق کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس مواد کو یکجا کردے جو تحقیقی مفروضے سے مطابقت رکھتا ہو اور منطقی طور پر وہ نتیجہ حاصل کرلے جو پہلے قیاس کی حیثیت رکھتا تھا، چنانچہ اکثر مغربی تحریرات کا آغاز، مسلم دنیا میں پائی جانے والی چند بے ضابطگیوں سے ہوتا ہے جنہیں عموم کا مقام دے کر وہ نتیجہ حاصل کرلیا جاتا ہے جس کو مستحکم کرنے کے لیے مواد جمع کیا گیا تھا۔(ص ۷)

حقوق نسواں: چند زمینی حقائق:

ڈاکٹر انیس صاحب نے جو زمینی حقائق پیش کیے ہیں، ان کی روشنی میں پورے مقالہ پر نظر ثانی ہو تو مقالہ کی افادیت بڑھ جائے گی۔

۱) مجھے اس امر کا پورا احساس ہے کہ کوئی انسان جو کسی معاشرہ اور کسی علمی روایت سے وابستہ ہو مکمل طور پر اپنے آپ کو اپنے ثقافتی ماحول سے آزاد نہیں کرسکتا۔

۲) مغرب کی سیکولر اور الحادی تہذیب کو بنیاد بنا کر جو اسلامی قانون اور تہذیب پر اعتراضات کرتے ہیں وہ اسلام کے فلسفۂ حیات سے بے خبر ہیں، اسلام میں حاکمیت مطلق اور شارع کی حیثیت صرف اللہ رب العالمین کو حاصل ہے۔

۳) اسلامی شریعت ہے کیا؟ اس کو سمجھنے کے بعد مغربی ذہن کے بے شمار اعتراضات ختم ہو جاتے ہیں کہ یہ شریعت خالقِ کائنات کی عطا کردہ ہے جو زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔اس نے اجتہاد کی جتنی آزادی دی ہے انہی امور میں اجتہاد ہو سکتا ہے۔وراثت میں عورت کا نصف ہی حصہ رہے گا اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ مرد و عورت کے ذریعہ تشکیل پانے والے گھر کے اخراجات کی بنیادی ذمہ داری مرد پر ہی ہے۔

۴) اسلام کا تصور عدل الحادی تہذیب کے تصور مساوات سے مختلف ہے مگر اُس سے انتہائی اعلیٰ اور ارفع ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ عدل کس بات کا تقاضا کرتا ہے، کیا یہ عدل ہوگا کہ ایک خاتون سے یہ کہا جائے کہ وہ اعلیٰ ترین تعلیم حاصل کرے، ایمان کی تکمیل کے لیے شادی کرے، اور اپنی خاندانی ذمہ داریوں کو جو وہ ایک عقد (Public Contract) کے ذریعہ اختیار کرتی ہے پوری ذمہ داری سے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ صبح سے شام تک کم از کم ۸ گھنٹے ایک معاشی کارکن کے طور پر کام کرے اور جب گھر واپس آئے تو پھر اپنے خاندانی وظائف میں مصروف ہو جائے اور اس بات پر فخر کرے کہ وہ مرد کے شانہ بشانہ ''معاشی دوڑ'' میں اپنا کردار ادا کر رہی ہے، چاہے اسے اس دوڑ کے لیے اپنے اعصابی تناؤ کو قابو میں رکھنے کے لیے صبح شام ادویات کا استعمال کرنا پڑے، ہر روز کام پر جانے کے لیے اسے گھنٹوں سخت ہجوم میں ٹیکسی، بس یا اپنی ذاتی گاڑی میں سفر کرنا پڑے اور دفتر میں Sexploitation کا نشانہ بننا پڑے، لیکن وہ سب کچھ اس لیے کرے کہ مغربی اور مشرقی تہذیب ایک Working Lady کو زیادہ Productive کہتی ہے۔اگر معروضی طور پر صرف آمدنی اور اُس خرچ کا ایک میزانیہ تیار کر لیا جائے جو ایک Working Lady اپنی ''دفتری ضرورت'' کے طور پر تزئین پر خرچ کرتی ہے تو ''معاشی ترقی'' کے غبارہ سے ہوا نکل جائے گی۔اور اندازہ ہو جائے گا کہ جو آمدنی گھر لائی جا رہی ہے اور جس کا تذکرہ بطور دو تنخواہوں کے ہر صحافیانہ تحریر میں پایا جاتا ہے وہ اصلاً کتنی ہے۔

اصل مسئلہ کی تحقیق اور مطالعہ:

عورت کے مرتبہ و مقام کے تعین اور حقوق کے معاملے میں اصل مسئلہ کیا ہے؟ اصل مسئلہ نہ عورت کے ملازمت کرنے کا ہے نہ ہی عورت کے مرد بننے کا ہے۔یہ تمام چیزیں فروعی اور ضمنی ہیں۔اصل مسئلہ عورت کے مرتبہ و مقام کو مرد کے برابر تسلیم کر کے اسے وہ تمام حقوق دینے کا ہے جو مردوں کو حاصل ہوتے ہیں۔آج یہ حقوق اور یہ مرتبہ و مقام عورت کو نہ یورپ و امریکا کی الحادی تہذیب فراہم کر رہی ہے نہ ہی پاکستانی اور سعودی عرب کے نام نہاد مسلم معاشرہ فراہم کر رہا ہے۔دونوں تہذیبوں میں عورت کا استحصال ہو رہا ہے، وہ ظلم کی چکی کے دو پاٹوں میں پس رہی ہے۔اب وہ دیکھتی ہے کہ کہاں ظلم کم ہوگا، وہیں پناہ لینے کی کوشش کرتی ہے۔اسلام کے علمبردار کہتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو تمام حقوق چودہ سو سال پہلے ہی فراہم کر دیے تھے۔یہی اعلان کر کے وہ خوش ہو جاتے ہیں۔وہ زمینی حقائق کو دیکھنے کے لیے تیار

نہیں کہ کیا واقعی اسلام جو حقوق عورتوں کو دیتا ہے وہ آج کے مسلم ممالک کی مسلم عورتوں کو حاصل ہیں؟؟ جس طرح یہ حقوق محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور علی مرتضیٰؓ کے عہد خلافت میں عورتوں کو حاصل تھے۔ یا مختلف قبائلی، خاندانی، سماجی، مذہبی، علاقائی رسوم و عادات نے ان تمام حقوق کو نگل لیا ہے۔ اس سلسلے میں کس قسم کی اصلاحات کی ضرورت ہے اس کے لیے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حقوق نسواں کے تحفظ کے لیے کس قسم کی قانون سازی کی ضرورت ہے۔ اس پر بہت کچھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔

عورت کا سب سے بڑا مسئلہ معاشی تحفظ ہے!

عورت چراغ خانہ کے بجائے شمع محفل بننے کے لیے مجبوراً تیار ہوئی کہ اس کے بغیر اُسے معاشی تحفظ نہیں مل رہا تھا۔ عورت پر ظلم و استحصال کا سب سے بڑا سبب اس کی معاشی مجبوری ہے۔ عیسائیت اس معاشی مجبوری کا حل پیش نہ کر سکی، اس لیے یورپ کی عورت عیسائیت کو خیر باد کہہ کر مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے مطالبات کی تکمیل پر مجبور ہوئی تا کہ اپنی معاشی مجبوری کا علاج کر سکے۔ اگر آج اسلام کے علمبردار سرمایہ دارانہ نظام کی ظالمانہ شرائط کو بالائے طاق رکھ کر اسلامی نظام کے دائرے میں رہتے ہوئے عورت کی معاشی مجبوری کا بہتر حل اور علاج کر دیں تو مغرب و مشرق ہر مقام کی عورت اسلام کی طرف انتہائی سرعت سے پیش قدمی کرے گی، یہی مغرب کی مظلوم عورت کا مسئلہ ہے، یہی مشرق کی مظلوم عورت کا مسئلہ ہے۔ عورتوں کے دیگر مسائل و مطالبات ثانوی ہیں۔

مغرب میں عورت معاشی میدان میں اس لیے آئی تھی کہ جب وہ پیٹ کا جہنم بھرنے کے لیے مرد کی دست نگر نہ ہوگی تو مرد کے ظلم و ستم سے بڑی حد تک نجات پالے گی ورنہ دو وقت کی روٹی کے لیے ساری زندگی شوہر کے مظالم سہنے پر مجبور ہوتی ہے۔ شوہر کا گھر چھوڑ کر جائے تو کہاں جائے؟ یورپ و امریکا کے ممالک میں تو اس سلسلے میں کسی حد تک قانون سازی ہوئی ہے، مگر مسلم ممالک تو اس سلسلے میں عورت کے تحفظ کے لیے کوئی قانون سازی نہیں کر سکے۔ مغرب کے سرمایہ دارانہ الحادی نظام نے عورت کو معاشی جدوجہد میں شامل ہونے کے باوجود نہ مکمل حقوق دیے نہ ہی اسے عزت و وقار اور عفت و احترام سے زندگی گزارنے کا حق دیا۔

صنعتی انقلاب:

صنعتی انقلاب نے پوری دنیا کے روایتی خاندانی نظام کو تبدیل کر دیا۔ خاندانی نظام کا شیرازہ بکھر گیا ''سرمایہ دار طبقوں نے بڑے بڑے صنعتی اور تجارتی ادارے قائم کیے، صنعت و تجارت کے نئے مرکز رفتہ رفتہ عظیم الشان شہر بن گئے، دیہات و متصلات سے لاکھوں کروڑوں افراد کھنچ کھنچ کر ان شہروں میں جمع ہوتے گئے زندگی حد سے زیادہ گراں ہوگئی۔ مکان، لباس، غذا اور تمام ضروریات زندگی پر آگ برسنے لگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شوہر پر بیوی اور باپ پر اولاد تک بارگراں بن گئی، ہر شخص کے لیے خود اپنے آپ ہی کو سنبھالنا مشکل ہو گیا...... معاشی حالات نے مجبور کر دیا کہ ہر فرد کمانے والا فرد بن جائے، کنواری اور شادی شدہ اور بیوہ سب ہی قسم کی عورتوں کو رفتہ رفتہ کسب رزق کے لیے نکل آنا پڑا۔''(۱)

سرمایہ دارانہ نظام میں دولت سمیٹنا زندگی کا حقیقی مقصد بن گیا اس مقصد کے لیے شہوانیت سے بھرپور انداز میں کام لیا

گیا۔ عورتوں کو برہنہ دکھا کر مردوں کے جذبات کو بھڑکا کر ان کی جیب پر ڈاکہ ڈالا گیا، قحبہ گری کو با قاعدہ ایک صنعت قرار دیا گیا اور عورت ایک کھلونے کے طور پر استعمال ہوتی گئی۔(۲)

لادینیت اور الحاد کے فلسفۂ حیات میں عورت کی برہنگی اور یہ تاجرانہ استعمال بالکل معیوب نہیں کیونکہ یہ سب کچھ عورتوں کے حقوق کے نام پر کیا گیا۔

اسلام کے فلسفۂ حیات پر جو لوگ معاشرہ کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں انہیں ایک ایسا مکمل نظام دینا پڑے گا جو سرمایہ دارانہ الحادی نظام کے ایک ایک فاسد جز و کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے۔ اسلام کا فلسفۂ حیات عورت کی غیرت و آبرو کی حفاظت کرتے ہوئے اس کی معاشی ضروریات کی تکمیل کر دے تو عورت کو گھر سے باہر نکل کر مردوں کے استحصال کا شکار ہونے کا شوق نہیں جو کہ جناب اصمعی صاحب کی اس تحریر سے واضح ہو گیا۔(۳)

عورت، مغرب اور اسلام:

عورت اور حقوق نسواں پر موجودہ دور میں اردو میں بھی کئی کتب لکھی گئی ہیں، جن میں اسلامی فلسفہ حیات کی روشنی میں عورتوں کے حقوق کے تحفظ کی بات کی گئی ہے۔ سید مودودیؒ نے ۱۹۵۹ء میں 'پردہ' لکھی تھی، اسی طرح الحادی فلسفۂ حیات کو بنیاد بنا کر کئی لوگوں نے کتابیں لکھیں اور کئی کتابوں کا عربی اور انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا گیا۔ سید مودودی مرحوم نے اپنے ادبی کیریئر کا آغاز تیرہ سال کی کم عمری میں ''آزادئ نسواں'' کے حامی ایک عرب ادیب قاسم امین کی عربی تصنیف المراۃ الجدیدۃ (جدید خاتون) کے اردو ترجمے (۱۹۱۶ء) سے کیا، اس کتاب میں مصنف نے مغربی فکر کو اپناتے ہوئے ''پردہ'' کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے، اگرچہ سید مودودی کے والد اور آپ کے عرب استاد نے کتاب کے مضمون سے بیزاری کا اظہار کیا، لیکن اس اردو ترجمہ (روانی، سلاست اور چٹخارے دار محاورے) کی زبان پر عش عش کیے بغیر نہ رہ سکے، تاہم بعد ازاں آپ جس انداز سے ''پردہ'' کی پرزور تائید کے ساتھ عورت کے بارے میں کلاسیکل اندازِ فکر کے مظہر نظر آتے ہیں۔ اسے طبعی امر سمجھنا چاہیے۔ اگرچہ مسودہ محفوظ نہیں (اور نہ شائع ہوا ہے) تاہم اپنی جگہ یہ امر ایک راز ہی رہے گا کہ آپ نے اتنی کم عمری میں المرأۃ الجدیدۃ جیسی کتاب کو کیوں ترجمہ کے لیے منتخب کیا۔(۳۔الف)

الحادی فلسفۂ حیات اور صنعتی انقلاب کے بعد عورت کو جس طرح در بدر کر دیا گیا اس بے چینی کے نتیجے میں حقوق نسواں کی تحریک اٹھی کہ صنعتی انقلاب اور سرمایہ دارانہ نظام نے عورت سے اس کا سب کچھ لے کر بھی اسے معاشی تحفظ تک فراہم نہیں کیا۔

اصمعی صاحب نے باب چہارم ''اسلام بہتر انتخاب کیوں'' میں مغربی خواتین کے قبول اسلام پر Nigmegen یونیورسٹی نیدرلینڈ میں سماجی علوم کی معلّمہ Karin Van Nicuwkerk کی ۲۰۰۶ء میں منظر عام پر آنے والی کتاب Women Embrcing Islam Gender and Conversion in the West کی تحقیق کو پیش کیا ہے، ماہرین کی تحقیقات کا نچوڑ یہ ہے ''یہ مصنفین جس نتیجے پر پہنچے وہ یہ ہے کہ اگرچہ عوامل کا کوئی واحد مجموعہ اس امر کی وضاحت نہیں کر سکتا کہ مغربی عورتیں اسلامی عقیدے کو کیوں اپنا رہی ہیں، لیکن چند مشترکہ محرکات ضرور سامنے آتے ہیں۔ ان میں خاندان اور برادری

کے لیے اسلام کے انتہائی لحاظ واحترام کی کشش اخلاق وکردار کے معاملے میں اس کے سخت اصولی معیارات، اس کے مذہبی تصورات کی معقولیت وروحانیت نیز عیسائیت پرعدم اعتماداور مغربی کلچر کی جنسی انارکی سے بیزاری کے عوامل شامل ہیں''۔(۴)

باب اول میں مغربی خواتین میں اسلام کی مقبولیت کو چند مغربی ذرائع ابلاغ ہی کی رپورٹوں اور جائزوں کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ ان میں طالبان کی قید سے رہائی پا کر اسلام قبول کرنے والی برطانوی صحافی Yvonne Ridley اور سابق برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر کی خواہر نسبتی Lauren Booth شامل ہیں۔ اصمعی صاحب کے بقول'' ہزاروں مغربی عورتیں دس سال کے اس عرصے میں دائرۂ اسلام میں داخل ہوئی ہیں مختلف مغربی ملکوں میں اسلام قبول کرنے والے افراد میں بعض رپورٹوں کے مطابق عورتوں کا تناسب مردوں سے چار گنا تک ہے، حالانکہ ایک طرف عموماً مسلمان معاشروں کے اسلام سے دور ہونے کے سبب ان میں ایسے رسوم ورواج اور طور طریقے عام ہیں جو عورتوں کے ساتھ ظلم اور بے انصافی پر مبنی ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کے مغرب زدہ طبقوں میں باور کیا جاتا ہے کہ مغربی تہذیب نے عورتوں کو آزادی اور مساوات کی نعمتوں سے ہمکنار کیا ہے، جبکہ اسلامی تعلیمات اُس پر ناروا پابندیاں عائد کرتی ہیں لہٰذا ان کی جانب سے مسلمان خواتین کو اس مقام کے حصول کے لیے جدوجہد کی ہرممکن ترغیب دی جاتی ہے جہاں مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کے تقاضوں کے تحت چلنے والی آزادی نسواں کی تحریک نے مغرب کی عورت کو پہنچادیا ہے۔(۵)

باب دوم میں نائن الیون کے خودساختہ حادثے کے بعد'' مغرب میں اسلام کے خلاف نفرت انگیزی کی مہم، اسلام فوبیا'' کے تحت اصمعی صاحب نے مغرب ہی کے کئی دانشوروں اور تحقیقی اداروں کی رپورٹ پیش کی ہے'' امریکا کے ایک تحقیقی ادارے سینٹر فار امریکن پروگریس کی جانب سے ۲۶/اگست ۲۰۱۱ء کو امریکا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے کی کوششوں کے جائزے پر مشتمل رپورٹ Fear the Roots of Islamofobia Network in America کے عنوان سے جاری کی گئی اس میں مستند معلومات کی بنیاد پر انکشاف کیا گیا ہے کہ امریکا میں لکھنے والوں اور اس حوالے سے متحرک ایک گروپ نے پچھلے عشرے میں اسلام کے حوالے سے خوف کے جذبات کو فروغ دینے کے لیے دسیوں لاکھ ڈالر خرچ کیے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ سات رفاہی گروپوں کی جانب سے تقریباً ۴۳ ملین ڈالر مسلم مخالف مہمات چلانے کے لیے فراہم کیے گئے۔ اس طرح کی کئی اور رپورٹیں مکمل حوالے کے ساتھ درج ہیں(۶) مغربی دنیا میں اسلام کے خلاف اس پُرزور تحریک اور پروپیگنڈے کے باوجود آخر مغربی عورتوں میں قبولِ اسلام کے حیرت انگیز رجحان کے اسباب کیا ہیں۔

باب سوم'' خاتون مغرب، مغربی تہذیب کے بنیادی مراکز کا خصوصی مطالعہ'' میں انہوں نے مغربی معاشرے میں فی الحقیقت عورت کا مقام کیا ہے اور کون سی وجوہات ہیں جن کی بناء پر وہ اس مقام کو ٹھکرا کر اسلام کے سایہ عافیت میں پناہ حاصل کررہی ہیں۔

مغربی عورتوں پر امریکا اور یورپ میں کس کس طرح ظلم ہوتا ہے اس کی تفصیل اصمعی صاحب نے اُنھی کی تحریروں سے دی ہے، برطانوی جریدے گارجین کی ۵ جون ۲۰۰۹ء کی رپورٹ ہے کہ'' تیس ہزار برطانوی عورتیں حمل کے باعث ہر

سال ملازمتوں سے محروم کر دی جاتی ہیں۔اس طرح گارجین ہی کی ۱۳/اکتوبر ۲۰۱۱ء کی ایک خبر کے مطابق برطانیہ کی بڑی کمپنیوں کے ڈائریکٹروں میں عورتوں کا حصہ ہولناک حد تک کم ہے۔

گارجین ہی کی ۲۲/اگست ۲۰۰۷ء کی رپورٹ ہے کہ ''برطانیہ میں ہر سال ناقابل یقین تعداد میں عورتیں عصمت فروشی کے کاروبار کے لیے مختلف ملکوں سے لائی جاتی ہیں۔اس طرح برطانیہ میں عورتوں پر گھروں میں ان کے شوہروں اور بوائے فرینڈز کے تشدد کے کچھ اعداد و شمار پیش کیے گئے ہیں کہ ہر سال کم از کم ۸۰,۰۰۰ (اَسی ہزار) عورتیں زنا بالجبر کا نشانہ بنتی ہیں۔امریکی فوج اور امریکی جیلوں میں بھی عورتوں کے ساتھ جنسی تشدد عام ہے، اس کے نتیجے میں ان میں سے بہت سی پوری زندگی کے لیے ذہنی انتشار، بے چینی اور ڈپریشن جیسے نفسیاتی امراض میں مبتلا ہو جاتی ہیں، حتیٰ کہ ان تلخ و ذلت آمیز واقعات کو بھلا نہ پانے کی بنا پر ان میں سے بہت سی عورتیں خود کشی تک کر گزرتی ہیں (۷) ماریان ہڈ ایک سابق امریکی سپاہی ہے۔اس نے اپنے کرب کا اظہار جن الفاظ میں کیا ہے وہ دل دہلا دینے والے ہیں۔امریکی فوج میں عورتوں کے ساتھ روا رکھا جانے والا شرمناک اور وحشیانہ سلوک کس طرح خود امریکا کے خلاف نفرت کے فروغ کا سبب بن رہا ہے، سابق فوجی ہونے کے باوجود امریکی پرچم لہرانے سے انکار کرنے والی ماریان ہڈ کہتی ہے ''پہلے میں جب امریکی پرچم پر نظر ڈالتی تو یہ مجھے سرخ سفید اور نیلا دکھائی دیتا تھا، مگر اب میں اس پر صرف خونی رنگ دیکھتی ہوں، سرخ رنگ اس خون کی علامت ہے جو میرے بدن سے بہا، نیلا رنگ ان چوٹوں کی نمائندگی کرتا ہے جو میرے جسم نے سہیں، اور سفید رنگ میرے خوف زدہ چہرے کا ہے۔میں اپنے ملک کے لیے ماری پیٹی گئی اور میری عزت لوٹی گئی، اسے کافی سمجھا جانا چاہیے۔(۸)

مغربی عورتوں پر یورپ و امریکا میں ہونے والے معاشی، سیاسی، معاشرتی اور جنسی مظالم کی تفصیلات دینے کے بعد اصمعی صاحب لکھتے ہیں ''خدا کی ہدایات سے بے نیاز ہو کر فطرت کے تقاضوں کو نظر انداز کر کے مغربی تہذیب نے عورت کو مرد بنانے کی جو احمقانہ کوشش کی ہے اس کے نتیجے میں وہ نہ پوری طرح مرد بن سکی ہے نہ پوری عورت رہ سکی۔اس بناء پر آج وہ شدید مسائل کا شکار اور اس صورتحال سے چھٹکارے کی آرزومند ہے۔یہ کیفیت اسلام کی جانب مغربی خواتین کے رجوع کا ایک بنیادی سبب ہے۔(۹)

باب چہارم میں اسلام بہتر انتخاب کیوں؟ میں مغربی ماہرین اور نومسلم خواتین کے خیالات پیش کیے گئے ہیں۔اس سلسلے میں سماجی علوم کی معلّمہ کیرن وین کرک کی ۲۰۰۶ء میں منظر عام پر آنے والی رپورٹ کا خلاصہ یوں پیش کیا ہے ''یہ مصنفین جس نتیجے پر پہنچے وہ یہ ہے کہ عوامل کا کوئی واحد مجموعہ اس امر کی وضاحت نہیں کر سکتا کہ مغربی عورتیں اسلامی عقیدے کو کیوں اپنا رہی ہیں، لیکن چند مشترکات ضرور سامنے آئے ہیں۔ان میں خاندان اور برادری کے لیے اسلام کے انتہائی لحاظ و احترام اور کشش، اخلاق و کردار کے معاملے میں اس کے سخت اصولی معیارات، اس کے مذہبی تصورات کی معقولیت و روحانیت نیز عیسائیت پر عدم اطمینان اور مغربی کلچر کی جنسی انارکی سے بیزاری کے عوامل شامل ہیں۔(۱۰)

ایوان رڈلے کی کتاب How I Came to Love the Veil سے اصمعی صاحب نے کافی تفصیل دی ہے، ''قرآن

کا توجہ کے ساتھ مطالعہ یہ حقیقت منکشف کرتا ہے کہ مغرب میں آزادئ نسواں کے علمبرداروں نے ۱۹۷۰ء کی دہائی میں جن حقوق کے لیے جنگ کی، تقریباً وہ سب کے سب حقوق مسلمان عورتوں کو چودہ سو سال پہلے مل چکے تھے۔ اسلام میں عورتیں روحانیت، تعلیم اور قابلیت میں مردوں کے برابر سمجھی جاتی ہیں۔ بچوں کی پیدائش کو قابل قدر تحفے اور ان کی پرورش و پرداخت کو مثبت وصف کے طور پر دیکھا جاتا ہے"۔(۱۱)

لارن بوتھ برطانوی اخبار "ڈیلی میل" یکم نومبر ۲۰۱۰ء میں Way I Love Islam کے تحت لکھتی ہیں۔ "مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ، کیا میری بچیاں بھی مسلمان ہو جائیں گی؟ میں یہ بات نہیں جانتی کیونکہ اس کا انحصار ان کے اوپر ہے۔ آپ کسی کا دل نہیں بدل سکتے۔ لیکن ان کا رویہ یقینی طور پر مخالفانہ نہیں ہے اور میرے تبدیلئ مذہب کے اقدام پر ان کا ردعمل شاید سب سے زیادہ قابل ذکر چیز ہے۔ اپنی بچیوں کو اپنے قبول اسلام کی اطلاع دینے کے لیے میں اپنے کچن میں بیٹھ گئی اور بچوں کو آواز دے کر وہاں بلا لیا، انہوں نے بچوں سے کہا "میری بیٹیو! میرے پاس تمہارے لیے ایک خبر ہے اور وہ یہ کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں"۔ اور ان کے بقول یہ بات سُن کر وہ حیرت سے ایک دوسرے سے چمٹ گئیں اور بڑی بچی ایلکس نے کہا "ہمیں کچھ سوال کرنے ہیں ہم سب واپس آتے ہیں" اس کے بعد انہوں نے ایک فہرست بنائی اور واپس آ گئیں، بڑی بیٹی ایلکس نے اپنا گلا صاف کیا اور بولی، کیا آپ اب بھی شراب پئیں گی؟ میرا جواب تھا نہیں۔ بچیوں کا ردعمل حیرت انگیز اور مثبت تھا۔ انہوں نے دوسرا سوال پوچھا: کیا آپ سگریٹ پئیں گی؟ سگریٹ حرام نہیں ہے، مگر نقصان دہ ضرور ہے، اس لیے میں نے جواب دیا، نہیں۔ اس پر بھی بچیوں کے رویے سے اطمینان کا اظہار ہوا۔ تاہم ان کے آخری سوال نے مجھے حیرت زدہ کر دیا۔ انہوں نے کہا: اب جبکہ آپ مسلمان ہو چکی ہیں تو کیا اب بھی آپ اپنا سینہ لوگوں کے سامنے نمایاں کریں گی؟

لارن کہتی ہیں کہ اس کا مطلب ہے میرا یہ طرزِ عمل انہیں شرمندگی میں مبتلا کرتا تھا، چنانچہ میں نے اپنی بچیوں سے اس کے جواب میں کہا: "اب جبکہ میں مسلمان ہو گئی ہوں میں کبھی بھی اپنا سینہ لوگوں کے سامنے نمایاں نہیں کروں گی"۔ لارن کے مطابق اس پر خوش ہو کر بچیوں نے نعرہ لگایا "ہم اسلام سے محبت کرتے ہیں" اور کھیلنے کے لیے چلی گئیں۔ لارن کی اس تحریر کا اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے "اور میں بھی اسلام سے محبت کرتی ہوں"۔(۱۲)

ان مثالوں سے اصمعی صاحب نے بتایا ہے کہ مغربی عورت کو اسلام کی کن خصوصیات اور تعلیمات نے متاثر کیا ہے۔ ہمارے ملک کے نام نہاد ترقی پسند اسلام کی انہی حیا و عفت اور پاکدامنی کی تعلیمات کو اسلام کی راہ کی رکاوٹ قرار دیتے ہیں۔ سوئس نژاد کینیڈین ڈاکٹر میکاؤ کے ایک چشم کشا مضمون "برقعہ بمقابلہ بکنی: امریکی نسائیت کی درگت"۔ مورخہ ۲۴ ستمبر ۲۰۰۹ء کے چند اقتباس بھی دیے ہیں۔(۱۳)

باب پنجم میں تحریک نسواں اور اسلام اور مغربی خواتین کے قبول اسلام کے اسباب کی بات کی گئی ہے۔ (الف) مغربی عورت یہ چاہتی ہے کہ اسے عورت رہتے ہوئے تمام حقوق دیے جائیں، نہ اس سے مرد بننے کا مطالبہ کیا جائے جیسا کہ مغرب کی تحریک نسواں کر رہی ہے۔ (ب) بائبل میں عورت کو پیدائشی گناہ گار قرار دیا گیا ہے، جبکہ قرآن کی رو سے آدم و حوا دونوں

سے خطا ہوئی اور معاف کردی گئی، اس لیے مسلم ممالک میں عورت ظلم کا شکار ہونے کے باوجود اسے فطری اور ازلی طور پر گناہ کا سرچشمہ نہیں سمجھا جاتا، بلکہ اکثر اسے مردوں کی نسبت زیادہ احترام دیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں اسلام نے عورتوں کو جو حقوق دیے ہیں اصمعی صاحب نے مولانا مودودیؒ کی کتاب پردہ سے ان کا خلاصہ دیا ہے۔ اسلام میں عورتوں کے روحانی حقوق، معاشی حقوق، معاشرتی حقوق، تعلیمی حقوق، قانونی حقوق اور سیاسی حقوق کا مغرب کے موجودہ نسوانی حقوق سے تقابلی مطالعہ کیا ہے کہ اسلام کے عطا کردہ یہ حقوق ہر دور کی طرح آج کے دور کے تقاضوں کی بھی پوری طرح تکمیل کرتے ہیں۔

باب ششم میں خواتین اور مسلم معاشرہ، دورِ جدید میں مسلمان خواتین اپنا سماجی کردار کیسے ادا کریں کے تحت اصمعی صاحب سماجی سطح پر اسلامی اقدامات کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔

"مکمل اسلامی نظام بلاشبہ حکومت و ریاست کو شریعت کے ڈھانچے میں ڈھالے بغیر برپا نہیں ہوسکتا، اس کے لیے اقتدار کی طاقت ناگزیر ہے۔ متعدد اسلامی ملکوں میں اسلامی تحریکیں اس مقصد کے لیے ابلاغ و دعوت کے ذریعے سرگرم عمل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اشتراکیت کی پسپائی کے بعد اب سرمایہ دارانہ نظام بھی اپنے ہی تضادات کی بناء پر ناکامی سے دوچار ہے۔ جبکہ اس نظریاتی خلاء میں صدیوں کے انحطاط کے بعد اسلام ازسرنو ایک قطعی معقول و منطقی فلسفۂ حیات اور جامع و مکمل نظام زندگی کی حیثیت سے ایک نئی قوت بن کر ابھر رہا ہے"۔

اسلامی تعلیمات کو ملحوظ رکھتے ہوئے خواتین کی جدید علوم و فنون کی تعلیم اور جدید مسلم معاشرے میں خواتین کے لیے روزگار کے مواقع فراہم کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اصمعی صاحب نے عورتوں کی زلفوں کی طرح الجھے ہوئے موضوع کو بڑی خوبصورتی سے سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ عورتوں کے معاملات کو موجودہ صنعتی انقلاب اور الحادی افکار و نظریات نے بہت ہی الجھا دیا ہے، انہیں سلجھانے کے لیے بھرپور کاوشوں کی ضرورت ہے، جناب اصمعی صاحب انتہائی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے انسانیت اور امتِ مسلمہ کے اُس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور کھل کر لکھا ہے جس سے لوگ عمومی اور بنیادی باتیں کر کے گزر جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل دو کتب کا مطالعہ زیرِ بحث موضوع کے کئی گوشوں کی وضاحت کے لیے مفید ہے:

1- Lang, Jeffery: Struggling to Surrender, Some impressions of an American Convert to Islam. Amana Publications, USA, 2008.

2- Anway, Carol L: Daughters of Another Path. Experiences of American Women Choosing Islam. Yawna Publications, USA, 2008.

اعتدال کی راہ:

جنسی کشش کے حوالے سے اسلام نے اعتدال کا راستہ عطا کیا ہے۔ مرد و عورت کے اندر جنسی کشش اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے، تاکہ یہ دونوں مل کر خاندان کی اور اولاد کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی ادا کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اللہ ہی نے مرد اور عورت کا جوڑا بنایا اور ان میں ایک دوسرے کے لیے مؤدت و رحمت اور محبت کے جذبات رکھ

دیے"(۱۴)۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس کے بندے اور بندیاں اِن احساسات و جذبات سے بھرپور انداز میں لطف اندوز ہوں، اسلام نے ستر و حجاب اور محرم و نامحرم کے احکام اور جو ہدایات دی ہیں وہ انہی احساسات و جذبات کو زندہ رکھنے کے لیے ہیں نہ کہ یہ احکام عورتوں اور مردوں پر ناروا پابندیاں لگانے کے لیے ہیں۔ نہ ہی عورت و مرد کی شخصیت و کردار پر کسی بھی قسم کے شکوک وشبہات کی وجہ سے یہ احکام دیے گئے ہیں۔

مغربی خواتین میں اسلام کی مقبولیت اور مغرب میں اسلام کی مقبولیت پر ایک عمومی بات ہے جس کے کئی پہلو ہیں، ایک طرف یہ مسلمانوں کے لیے جبر وتشدد اور دہشت گردی کے نائن الیون کے ماحول کے باوجود ایک خوشخبری ہے جس سے ان کے حوصلے بلند کیے جاسکتے ہیں وہیں یہ مغرب کی اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے کھڑا کیا جانے والا اسلام کے مغرب پر قبضہ کا ہوّا بھی ہے جسے اسلام فوبیا کا نام بھی دیا گیا ہے، بسا اوقات اسلام دشمن طاقتیں بھی اس قسم کی خبریں اور تحریریں شائع کر کے اہل مغرب کو اسلام اور تارکینِ وطن مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔

"عورت مغرب اور اسلام" کا ہر اُس شخص کو مطالعہ کرنا چاہیے جو مغرب میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا خواہاں ہے اور جدید دور میں عورتوں کے حقوق کو صحیح تناظر مین سمجھنا چاہتا ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں جدید و قدیم بنیادی مراجع، انٹرنیٹ سے تازہ ترین رپورٹوں، جائزوں اور اخبارات و جرائد کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ رجحان پاکستان کے دینی حلقوں کی طرف سے لکھی جانے والی کتابوں میں کم ہی نظر آتا ہے۔ قیمت مناسب اور طباعت عمدہ ہے۔

مراجع وحواشی

(۱) مودودی، سید ابوالاعلیٰ: پردہ، ص ۶۷، ۶۸ (اشاعت تیسویں) لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، جولائی ۱۹۷۹ء (۲) ایضاً، ص ۷۲۔۷۳

(۳) اصمعی، ثروت جمال: ص ۱۶، ۲۰۔ مغربی خواتین میں اسلام کی مقبولیت۔ چند قابل غور پہلو۔ (۳۔الف) مریم جمیلہ: جدید ترقی و تمدن اور مولانا مودودی مشمولہ "ماہنامہ ترجمان القرآن" ص ۱۴۲، منصورہ، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۳ء

(۴) اصمعی: ایضاً، ص ۵۷ (۵) ایضاً، ص ۱۶۔۱۷ (۶) ایضاً، ص ۲۲۔۳۱ (۷) ایضاً، ص ۴۳

(۸) ایضاً، ص ۴۸، امریکی اخبار Deavre Post کی ۱۶ تا ۱۸ نومبر ۲۰۰۳ء کی رپورٹ (۹) ایضاً، ص ۵۳

(۱۰) ایضاً، ص ۵۷، بحوالہ Karin Van Necuwkerk کی کتاب Women Embracing Islam Gender and Conversion in the West 2006 (۱۱) ایضاً، ص: ۶۰ (۱۲) ایضاً، ص: ۶۸

(۱۳) ایضاً، ص: ۷۹۔۸۵ http:www.heaynakow.con/180902 html

(۱۴) القرآن سورۃ الروم (۳۰) آیت نمبر ۲۱ "اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں تا کہ تم اُن کے پاس سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں، اُن لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں"۔